Al-SHARQ
Vol: 05, Isue:01, Jan-June 2024, pp:1-21

OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Online): 2710-2475
ISSN (Print): 2710-3692
www.alsharqjr.com

توہینِ رسالت انبیاء علیہم السلام کی زمانی ومکانی تاریخ کے تناظر میں

A Saptio-temporal study of Blasphemy against Prophet's in the Context of History

Ayesha Sadia
PhD Scholar (Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore).

Professor Dr. Muhammad Tahir Mustafa
Former Professor (Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore).

Submission: 28-04-2023 *Accepted: 28-05-2024* *Published:30-06-2024*

Abstract

This study delves into the spatio-temporal dynamics of blasphemy directed towards the Prophet in the historical contexts. Blasphemy against religious figures, particularly the prophet, has been a contentious issue with far-reaching social, cultural, and political implications. Through a comprehensive analysis of historical records, religious texts and socio political contexts, this article aims to elucidate the patterns and trends of blasphemy against the prophet across different geographical regoins and time periods. By examining the various forms of blasphemy, responses from religious authorities, and societal reactions, this study seeks to provide a nuanced understanding of how perceptions and responses to blasphemy have evolved over time in diverse cultural and historical settings. Moreover, it aims to highlight the enduring significance of blasphemy as a catalyst for socio-religious discourse and conflict.

***Key Words**: Quran, Tafseer, Hadith, differences, services, Islam, knowledge.*

CC BY

تمہید

کائنات کی تخلیق کے بعد دو ہی قوتیں ایک دوسرے کے مدمقابل رہی ہیں ایک خیر اور دوسری شر۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خیر کی ترویج کے لیے ہی دنیا میں بھیجا جو شر اور خیر کا فرق واضح کرنے لیے اپنے اپنے دور میں اللہ کے احکامات کے مطابق فرائض سرانجام دیتے رہے۔ سلسلہِ نبوت کا آغاز ہوا تو نوعِ انسانی نے حق اور باطل کو ایک دوسرے سے نبرد آزما دیکھا جسکی وجہ سے انبیاء کرام علیہ السلام جو خالقِ کائنات کی مبعوث کردہ ہستیاں تھیں انہیں اپنے اپنے دور میں شدید ترین مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔اس مخالفت کی بنیاد وہ نظریات تھے جو انہوں نے خود تخلیق کر رکھے تھے۔جس میں فرعون، نمرود اور شداد کے خدائی دعوے بھی تھے اور انکے ماننے والوں کی طرف سے انبیاء علیہ السلام کا کفران اور جھٹلاں بھی شامل تھا۔اسکے علاوہ ذاتِ باری تعالیٰ اور انبیاء علیہ السلام کے وجود اور انکی تعلیمات کا استہزاء بھی تھا۔ اور وہ اپنے نظریات میں کسی کو جوابدہ نہیں گردانتے تھے۔

انسانیت کی ہزار سالہ تاریخ میں جب بھی اللہ تعالیٰ نے کسی قوم میں اپنا نبی مبعوث فرمایا تو وہاں دو طرح کے طبقات ظہور پذیر ہوئے۔ایک طبقہ جس نے اپنے مفادات پہ ضرب پڑتی دیکھی تو کفر و کذب پہ اتر آئے۔ جبکہ دوسرا طبقہ جو خالقِ کائنات کے پیغام کو مان کر اپنے عہد کے مشن میں انکے دست و بازو بن گئے۔

پہلے طبقے کے لوگوں نے اپنے دور کے پیغمبروں کو جسمانی، نفسیاتی تکالیف دیں۔ ہر وہ حربہ ان پر کہ انبیاء کرام اپنے پیغمبرانہ مشن سے پیچھے ہٹ جائیں، لیکن کسی بھی نبی یا رسول نے اپنے مشن کے ساتھ بال برابر بھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام ، ھود علیہ السلام ، ابراہیم علیہ السلام ، صالح علیہ السلام ، عیسیٰ اور موسیٰ سلام اللہ علیہا چند مثالیں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام :

کائنات میں سب سے پہلے ابلیس نے توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا تھا اور اسکا سبب اسکی بڑائی کا زعم تھا کہ

قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ [1]

اس لئے جو بھی توہینِ رسالت کا مرتکب ہوتا ہے وہ اصل میں شیطان کے پیروکار ہیں جو اسکے نقشِ قدم پہ چل رہے ہیں اور اسی کی طرح متکبر اور انسانیت کے دشمن بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے انبیاء کرام کو اذیتیں، تکالیف، انکی توہین کرنے والے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

ابلیس کی توہین کا آغاز تخلیقِ انسانی کے وقت ہوا، جب اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے غرور اور تکبر کا اظہار کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے زمین پہ اپنے نائب یعنی آدم خاکی کے انتخاب کا فیصلہ سنایا۔ اور حکم دیا کہ جب اسکی تخلیق ہو اور میں روح ربی پھونک دوں تو تم سب اسکی عزت و تکریم میں سجدہ ریز ہو جانا۔ ابلیس نے اس حکم کی تکمیل سے انکار کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے مناظرہ کیا اور اپنے افضل ہونے کا دعویٰ کیا۔ شیطان کا یہ دعویٰ تھا کہ اسے تو آگ سے پیدا کیا گیا جو افضل چیز ہے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا جو کہ کمتر ہے۔ اور رب کائنات کو چیلنج کیا۔

قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا [2]

" (یا اللہ!) دیکھ لے یہ ہے وہ (تیرا بندہ) جسے تو نے مجھ پہ تکریم عطا کی ہے، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور اس کی ذریت کو بھٹکاؤں گا، مگر تھوڑے لوگ۔"

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی رقمطراز ہیں؛

"نبی فرشتہ سے افضل ہے، اس کے لئے ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کی تکریم و تعظیم بجالاتے ہوئے اسے سجدہ کرو، یہاں تک کہ ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ پہ تعریض اور تنقید کرتے ہوئے بارگاہِ اقدس میں یوں گستاخی کی کہ دیکھ لے یہ وہ ہے جسے تو نے مجھ پر عظمت دی ہے؟ ان کی عظمت کے لئے دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، جس میں آپ پر اسکی خصوصی مہربانی کا اظہار ہے اور فرشتوں کو یہ سعادت نصیب نہیں۔ آدم کی عظمت کی تیسری دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ[۳]

"بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران (علیہم السلام) کو عالمین پر چن لیا ہے۔"

ان کی عظمت کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ

اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ[۴]

"بیشک اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مسخر فرمادیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ (یعنی تمام نعمتیں) زمین میں ہے۔"

اس مسخر کردہ کائنات کے عموم میں فرشتے بھی شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ جس چیز کو مسخر کیا جائے وہ اس سے فضیلت میں کم ہوتی ہے جس کے لئے اسے مسخر کیا جاتا ہے۔ ان کی عظمت کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ انسانوں کو اپنے ربِ کریم کی عبادت کرتے ہوئے نفس، شیطان اور مادی دنیا کی بے تحاشار کاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ فرشتوں کی عبادت جبلی نوعیت کی ہوتی ہے، یعنی ان کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ اس میں گناہ کی طاقت اور اہلیت نہیں۔ اس طرح انسان کی عبادت میں اور بھی مشقتیں ہیں اس وجہ سے وہ اپنی عبادت میں بھی فرشتوں سے افضل ہے" ۵

حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ان کا علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام مخلوقات کے مقابلے میں عطا فرمایا۔ اسی علم کی بدولت فرشتے آپ کے سامنے عاجز آگئے۔ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بھی فضیلت دی کہ آپ نا صرف آپکو نبی بنا کر بھیجا بلکہ آپ کی اولاد میں نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمادیا۔ آقائے نامدار، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو آپکی آل میں ہیں۔ جن کے افضل الخلائق اور اشرف العباد ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

درج بالا تمام عظیم خصائص خالقِ کائنات کی کسی مخلوق کو حاصل نہیں تھے۔ ان ہی اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام عزت و عظمت کے بلند ترین مرتبہ پہ فائز ہوئے یہاں تک کہ مسجودِ ملائکہ ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوح وہ پہلے رسول تھے جو اہلِ ارض کی طرف مبعوث کیے گئے کیونکہ آپکی آمد سے قبل شرک عام ہو چکا تھا۔ نوح کی قوم وہ پہلی قوم تھی جس نے بت پرستی کا آغاز کیا، اپنی قوم کے کے نیک لوگوں کے مرنے کے بعد شیطان نے انہیں پھسلایا کہ انکی تصویریں بنالو تاکہ انہیں بھول نہ جاؤ، قومِ نوح نے شیطان کی پیروی میں یہی کیا اور پھر بعد کے آنے والے لوگوں نے ان تصویروں سے مجسمے بنائے یہاں سے شرک کے ایک اور باب کا اضافہ ہوا۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا[۶]

"اور وہ کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہر گز نہ چھوڑنا اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا"

قومِ نوح کے کافر سردار اپنے غرور و تکبر میں اتنے بڑھ چکے تھے کہ وہ ایک انسان کو بطور نبی قبول نہیں کرتے تھے۔ نبوت کے لائق کوئی اور مخلوق ہو سکتی ہے، پھر جو لوگ آپ پر ایمان لائے وہ اس قوم کے پسے ہوئے طبقے سے تعلق رکھتے تھے، کافر اس بات پہ بھی طعنہ زنی کرتے کہ یہ کمزور اور رزیل لوگ ہیں ہمارے نزدیک انکی اور آپکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ۷ الغرض نوح کی قوم اپنی ہٹ دھرمی اور ضد چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ قرآن کریم میں بہت سے مواقع پہ اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح کے کفر و عناد کا ذکر کیا ہے۔

قَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ قَالَ وَمَا عِلۡمِیۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰی رَبِّیۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۸

"وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوتے ہیں۔ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کا حساب (اعمال) میرے پروردگار کے ذمے ہے کاش تم سمجھو۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں۔"

نوح نے تقریباً ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں تبلیغ کی، دن و رات، خفیہ و علانیہ، نرمی و سختی، تبشیر و زجر ہر طریقے سے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ لیکن انکی قوم اپنی ہٹ دھرمی سے ہر گز باز نا آئی۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِیۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ۹

"اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس برس کم ہزار برس رہے پھر اُن کو طوفان (کے عذاب) نے آ پکڑا۔ اور وہ ظالم تھے"۔

اتنا طویل عرصہ لوگوں کو دعوت دینے کے بعد بھی بہت کم لوگ ایمان لائے، جب ایک نسل کے لوف بوڑھے ہو جاتے اور موت کے قریب ہوتے وہ اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو وصیت کرتے کہ نوح پہ ایمان نہ لانا۔ جیسے ہی کوئی بچہ بالغ ہوتا اور بات سمجھنے کے لائق ہوتا تو اسکے والد کی طرف سے وصیت ہوتی کہ ساری عمر نوح پہ ایمان نہ لائے۔ یہ سلسلہ ساڑھے نو سو سال تک جاری و ساری رہا۔

حضرت ابنِ عباس سے طویل روایت ہے کہ:

"حضرت نوح کی قوم انکو اتنا مارتی کہ وہ گر جاتے تو ان کو کمبل میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ یہ مر گئے، لیکن جب اگلے دن انہیں ہوش آتا تو انہیں اللہ کی راہ کی طرف بلاتے اور پھر سے تبلیغ کے عمل میں لگ جاتے۔ اور اس بات کی امید رکھتے کہ انکی یہ نسل اگر ایمان نہیں لائی تو لازماً اگلی نسل لے آئے گی، یہ نسل گزر جاتی تو تیسری نسل سے امید لگا لیتے۔ کیونکہ انکی نسلوں کی عمریں اتنی طویل نہیں تھیں جتنی عمر نوح کو بطور معجزہ عطا ہوئی تھی۔ ہر آنے والی نسل پچھلی سے زیادہ شریر اور بدتر ثابت ہوئی۔" ۱۰

جب نوح کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب یہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ آپ کی ہر طرح سے کوشش کے باوجود بھی یہ

قوم مخالفت، دشمنی، کفر اور تکذیب کی ہر حد پار کر چکی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے انکے لیے بد دعا کی۔

وَلَقَدۡ نَادٰىنَا نُوۡحٌ فَلَنِعۡمَ الۡمُجِيۡبُوۡنَ[۱۱]○

"اور ہم کو نوحؑ نے پکارا سو (دیکھ لو کہ) ہم (دعا کو کیسے) اچھے قبول کرنے والے ہیں۔"

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوۡمِىۡ كَذَّبُوۡنِ‌ ۔ فَافۡتَحۡ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَهُمۡ فَتۡحًا وَّنَجِّنِىۡ وَمَنۡ مَّعِىَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ[۱۲]

"نوحؑ نے کہا کہ پروردگار میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا۔ سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے۔"

وَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ[۱۳]

"اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی "۔

اس بد دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا تاکہ آپ اپنے اہلِ خانہ اور چند ایمان والوں کو لیکر اس بستی سے نکل جائیں۔ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں نوحؑ نے کشتی تیار کرنی شروع کی تو آپ کی قوم کے شر پسند لوگ آپ پہ ٹھٹھے اڑاتے تھے۔ جب کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جلد ان پہ عذاب مسلط کیا جائے گا جس سے وہ بچ نا سکیں گے۔ اور پھر اس کشتی کے مکمل ہو جانے کے بعد حضرت نوح اپنے اہلِ خانہ اور ایمان والوں کو لیکر اس کشتی میں سوار ہو گئے۔ جبکہ باقی رہ جانے والوں کو پانی کے عذاب نے نیست و نابود کر دیا۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ وَّفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُيُوۡنًا فَالۡتَقَى الۡمَآءُ عَلٰٓى اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ وَحَمَلۡنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ[۱۴]

"تو انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (بارالہٰی) میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو (ان سے) بدلہ لے۔ پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیئے، اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا، اور ہم نے نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کر لیا "۔

قومِ نوح اپنی نافرمانی، شرک، اپنے نبی کی تکذیب، انہیں اذیتیں دینے، اپنے کفر و عناد کے سبب اللہ کے عذاب سے دوچار ہوئی۔

حضرت نوح کی قوم کی وہ واحد قوم نہیں تھی جس نے اپنے نبی کی تکذیب کی، بلکہ بعد کے دور میں قومِ ثمود جسکی طرف حضرت صالح کو مبعوث کیا گیا انہوں نے بھی اسی روایت کو مزید شدو مد سے نبھایا۔ ان سے پہلے جو قوم تھی وہ اپنی نافرمانیوں کے باعث عبرتناک سزا سے سے دوچار ہوئی۔ قومِ صالح کے لیے موقع تھا کہ وہ قوم عاد کے انجام سے سبق حاصل کریں اور اللہ کی وحدانیت پہ ایمان لاکر اپنے نبی کی پیروی کریں۔

حضرت صالح علیہ السلام:

صالح کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا وہ پہاڑوں کو کاٹ کے ان میں بڑے بڑے محل بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص قوت و طاقت سے نوازا تھا مگر وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ خوبی بھی انکے کسی کمال کے نتیجے میں ہے اور کیونکہ وہ بہت طاقت ور ہیں کہ کوئی انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۔[۱۵]

"اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ (تو) صالح نے کہا کہ اے قوم! خدا ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ آ چکا ہے۔ (یعنی) یہی خدا کی اونٹنی تمہارے لیے معجزہ ہے۔ تو اسے (آزاد) چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا۔ ورنہ عذابِ الیم میں تمہیں پکڑ لے گا۔ اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو"۔ الاعراف-۷۳-۷۴

یہ قوم بھی اپنے اجداد کی طرح بت پرست تھی۔ حضرت صالحؑ نے ان الفاظ میں نصیحت کی ۔

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ[۱۶]

"اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش خراش کر گھر بناتے ہو تو خدا سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو۔ جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔"

آپکی قوم نے آپکی نصیحت کے جواب میں آپکو جادو زدہ قرار دیا۔ یعنی آپ پر کسی نے جادو کر دیا ہے اس لیے آپکی باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ آپ کا راستہ ہمیں باپ دادا کے دین سے ہٹاتا ہے جو ہمارے معبودوں کا بطلان ہے۔ حضرت صالح نے انہیں نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر میرا راستہ سچا ہے تو تمھیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں دین کی دعوت نا دوں تو یہ میرا فرض ہے جو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اور اگر تم اس دعوت کا نا قبول کرو تو پھر اللہ تمھارا فیصلہ کرنے والا ہے۔

حضرت صالح کی قوم نے دیکھا کہ آپ اللہ کا پیغام پہنچانے سے نہیں رک رہے ۔ اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ لے آ۔

مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ[۱۷]

"تم اور کچھ نہیں ہماری طرح آدمی ہو۔ اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو"

اسکی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ایک دن قوم ثمود نے اپنے نبیؑ سے ایک اونٹنی کی فرمائش کی کہ آپ اس پہاڑ سے اونٹنی نکال کے دکھا دیں اور اسکی بہت سی صفات بھی گنوائیں۔ اگر آپ ایسا کر دیں تو ہم لوگ آپ کی بات مان کر آپ کے رب پہ ایمان لے آئیں گے ۔ حضرت صالح نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ کے حکم سے ایک گھابن اونٹنی اپنی تمام مطلوبہ صفات کے ساتھ ظاہر ہو گئی۱۸۔

اب قومِ ثمود کا اصل امتحان شروع ہوا۔ اتنے عرصے سے جو وہ تنقید و تنقیص اور بہانے کر رہے تھے اب انکی مہلت

ختم ہو رہی تھی، یا تو اپنے وعدے کے مطابق حضرت صالح پر ایمان لے آئیں یا پھر اپنے انجام کے لیئے تیار ہو جائیں۔ اس معجزے کو دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔ جبکہ وہ طبقہ جو اپنی ہٹ دھرمی ڈٹا رہا اس اونٹنی کے آتے ہی قومِ ثمود کا امتحان شروع ہوا۔ حضرت صالح نے اپنی قوم سے کہا کہ یہ "اللہ کی اونٹنی ہے" اسکی نسبت کی آپکی طرف اس لیے کی گئی کہ یہ معجزہ آپکی نبوت کی دلیل تھا۔ اسی وجہ سے تمام زمین کو اسکی چراگاہ کا درجہ دیا گیا اور ایک کنواں جہاں سے قومِ ثمود پانی حاصل کرتی تھی وہاں باری لگا دی گئی۔

إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ [۱۹]

"(اے صالح) ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو۔ اور ان کو آگاہ کردو کہ ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی ہے۔ ہر (باری والے کو اپنی) باری پر آنا چاہیئے"۔

ایک دن اونٹنی سارا پانی پیتی اور ایک دن باقی لوگوں کا دن مقرر تھا۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔

اس اونٹنی کو قتل کرنے والا ایک ہی شخص تھا لیکن نسبت تمام کی طرف اس لیے کی گئی کہ یہ تمام لوگ اس کام کے کرنے پہ متفق تھے۔ شہر میں نو لوگ ایسے تھے جو فساد پھیلاتے تھے اصلاح نہیں کرتے تھے۔

"وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ" [۲۰]

"اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے"

ایک دن جب اونٹنی پانی پی کر واپس ہوئی تو ان لوگوں نے اس پہ حملہ کر دیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، جب وہ گر گئی تو اسکے سینے میں تیر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔ اونٹنی کے قتل کے بعد حضرت صالح نے اپنی قوم کو تین دن کی آخری مہلت دی کہ یہ دن اپنے گھروں میں گزار لو۔

"فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ" [۲۱]

"مگر انہوں نے اس کی کانچیں کاٹ ڈالیں۔ تو (صالح نے) کہا کہ اپنے گھروں میں تم تین دن (اور) فائدہ اٹھالو۔ یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا"۔

اسکے بعد اللہ کا عذاب تمھیں آلے گا۔ اسی دن قومِ ثمود نے حضرت صالح کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا کہ آپ کے گھر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیا جائے جب آپکے ورثاء دیت کا مطالبہ کریں گے تو ہم کہیں گے ہمیں اس بارے میں کچھ علم نہیں۔

"قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ" [۲۲]

"وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو صالح کے گھر والوں کے موقع ہلاکت پر گئے ہی نہیں اور بیشک ہم ہی سچے ہیں۔"

اللہ تعالی مکر کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ حضرت صالح کے قتل کا منصوبہ بنانے والوں کو اللہ تعالی نے پتھروں سے کچل دیا۔ اس مہلت کے تین دنوں میں قومِ ثمود کی حالت بد تر ہوتی گئی لیکن وہ اس بھی ٹھٹے اڑاتے کہ کہاں گیا وہ عذاب جسکی تم نے وعید سنائی تھی۔ اگلی صبح سورج طلوع ہوا تو اسکے ساتھ آسمان سے چیخ اور زمین میں زلزلہ آگیا، جس سے وہ نافرمان قوم چند لمحوں میں بے جان و بے حرکت ہو گئی۔ [۲۳]

قومِ ثمود کے بارے کی تباہی پہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا [۲۴]

ترجمہ: "گویا کہ وہ یہاں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے"۔

یعنی اس بستی کی کو دیکھ کے گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہاں کبھی کوئی قوم بستی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

بنی اسرائیل جو اللہ تعالی کے نبی حضرت یعقوب کی نسل میں سے تھی اور اس وقت دنیا میں باقی اقوام کی نسبت فضیلت حاصل تھی۔ اس پہ فرعون جو ایک ظالم و جابر بادشاہ مسلط تھا۔ وہ ان سے اپنی پوجا کرواتا ۔ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتا جب کہ بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا۔

"اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ" [۲۵]

"کہ فرعون نے ملک میں سر اُٹھار کھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنار کھا تھا اُن میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ اُن کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بیشک وہ مفسدوں میں تھا۔اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث کریں اور ملک میں ان کو قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر کو وہ چیزیں دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔"

بنی اسرائیل اس کے ظلم سے بہت پریشان تھے جب اللہ تعالی نے انہی میں انکے لیے رسول بھیجا۔ جس نے اللہ کے حکم سے انہیں اللہ کا پیغام پہنچایا اور اس وقت انکی مدد کی جب فرعون نے ان پہ زندگی تنگ کر رکھی تھی۔ یہ اپنے آپ میں ایک معجزہ ہے کہ کیسے اللہ نے فرعون سے بنی اسرائیل کو نجات دی جب وہ ہر طرح سے مایوس ہو چکے تھے۔ اور فرعون کو رہتی دنیاتک کے لیے عبرت کانشان بنادیا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۔ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [۲۶]

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی یہ کہ میرے بندوں کو رات کو لیکر نکلو بیشک (فرعون کی طرف سے) تمھارا تعاقب کیا جائے گا، پھر فرعون نے شہروں میں نقیب بھیجے اور کہا اس نے کہ یہ تو قلیل جماعت ہے اور یہ لوگ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں اور ہم سب ساز و سامان کے ساتھ ہیں پھر ہم نے انہیں (آلِ فرعون) باغات اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور معزز (بہترین) مکانات سے اور ہم نے وارث کر دیا اس سب کا بنی اسرائیل کو۔ پھر آلِ فرعون نے سورج نکلتے ہی بنی اسرائیل کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں جماعتوں کا سامنا ہوا تو کہا موسیٰ کے ساتھیوں نے بیشک ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہر گز نہیں میرا مالک میری رہنمائی کرے گا۔ پھر ہم نے موسیٰ پر وحی یہ کہ وہ مارے اپنی لاٹھی (سمندر) پہ۔ پھر دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ یوں ہو گیا جیسا کہ ایک بڑا پہاڑ ہو۔اور دوسروں (آلِ فرعون) کو پھر ہم نے قریب کر دیا۔ اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور انکے سارے

مجمعے کو۔ پھر ہم نے آلِ فرعون کو ڈبو دیا۔ بے شک موسیٰ و فرعون کے قصے میں نشانیاں ہیں۔ اور انکی اکثریت ایمان لانے والی نہیں تھی۔ بیشک آپ کا موسیٰ غالب رحم کرنے والا ہے۔

اس سب کے بعد جب اللہ تبارک و تعالی نے فرعون کی املاک کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا اور اب وہ سکون میں آ گئے۔

پھر جب موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر بیت المقدس پہنچے تو ان کا سامنا حیثانی، فنزاری اور کنعانی اقوام سے ہوا جو زبردست قوت والے تھے۔ موسی نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ان سے لڑیں اور انہیں بیت المقدس سے باہر نکال دیں۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کے دنیاوی احسانات یاد دلائے پھر انہیں حکم دیا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو اور اس ارضِ مقدس میں داخل ہو جاؤ جو تمھارے لیے لکھ دی گئی ہے۔ قوم نے کہا کہ اے موسیٰ وہ تو بڑے زور اور سرکش لوگ ہیں ہم وہاں ہرگز نہیں جائیں گے۔ یہ بنی اسرائیل کی کھلی نافرمانی تھے کہ وہ اللہ کے احسانات اور انعام و اکرام بھی بھول گئے اور اپنے ڈرپوک ہونے کا ثبوت دیا۔ بلکہ اس قوم کے دو نیک لوگ جنھوں نے انہیں سمجھانا چاہا کہ تم سرف انکے دروازے تک پہنچ جاو تو یقینا تم غالب آ جاؤ گے۔ اس پہ بھی بنی اسرائیل نے اپنی ہٹ دھرمی دکھائی کہ اللہ جہاں باقی سب کچھ ہمارے لیے خود کرتا آیا ہے اب بھی وہی ہمارے جگہ لڑلے۔ جب موسیٰ کی قوم اپنے نافرمانی کے حدود بھی پار کر گئی تو پھر اللہ تعالی سزا کے طور پہ انہیں وادی تیہ میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یعنی اب وہ بغیر کسی مسکن کے اس میدان میں چالیس سال بلا مقصد گھومتے رہیں۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِيۡكُمۡ اَنۡۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمۡ مُّلُوۡكًا ۖ وَّاٰتٰٮكُمۡ مَّا لَمۡ يُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيۡهِمۡ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۚ يَتِيۡهُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ[۲۷]

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے، اے قوم! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جب اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے اور تمھیں بادشاہ بنایا اور آپکو وہ سب کچھ دیا جو جہان میں کسی کو نہیں دیا۔ کہا حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے، اے میری قوم! داخل ہو جاؤ اس مقدس زمین میں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ دی ہے اور نا تم پیٹھ پھیرو ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ موسیٰ کی قوم نے کہا، اے موسیٰ! وہاں ایک زبردست قوت والی قوم ہے ہم ہرگز وہاں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ نکل جائیں اس زمین سے۔ پھر وہ نکل جائیں اس زمین سے پھر بیشک ہم داخل ہو جائیں گے۔ ان لوگوں میں سے دو مردوں نے کہا جو ڈرنے والے تھے اور اللہ کا ان پہ فضل تھا داخل ہو جاؤ اس دروازے میں، پھر جب تم داخل ہو جاؤ گے پس بیشک تم ہی غالب ہو گے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو۔ کہا بنی اسرائیل نے کہ اے موسیٰ! ہم کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ قوت والے لوگ اس میں موجود ہیں۔ پس تم اور تمھارا مالک جاؤ اور ان سے قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں پھر موسیٰ نے دعا کی اے میرے مالک! میں اپنے آپ اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز پہ کوئی اختیار نہیں رکھتا پس تو جدائی ڈال دے ہمارے اس نافرمان قوم کے درمیان۔ فرمایا بیشک وہ زمین اس پہ چالیس سال تک کے لیے حرام کر دی گئی۔ وہ بنی اسرائیل اس زمین میں بے سروساماں پھریں گے پس آپ افسوس نا کریں اس نافرمان قوم پہ۔

" يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ قَدۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ مِّنۡ عَدُوِّكُمۡ وَوٰعَدۡنٰكُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنَ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَلَا تَطۡغَوۡا فِيۡهِ "[۲۸]

"اے بنی اسرائیل تحقیق ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے طور پہ پاس امن کا وعدہ کیا، اور ہم نے تم پہ من و سلویٰ نازل کیا۔ کھاؤ ان پاک رزق کو جو دیا ہم نے تم کو اور نا تم حد سے بڑھنے والا ہو جاؤ"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پہ اپنے انعامات کا زکر فرما رہے ہیں کہ جب انہیں دشمنوں سے نجات دی، تنگی سے نکالا، اور انہیں موسیٰ کے ساتھ کوہِ طور کے دائین جانب آنے کا حکم دیا تاکہ وہ ان پہ اپنے احکامات نازل فرمائے (تورات)۔ جس میں انکی دنیاوی و اخروی زندگی کا فائدہ ہے۔ اس سفر کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے ان پہ ایسی زمین میں من و سلویٰ نازل فرمایا جہاں نا مویشی تھے نا ہی کھتی باڑی ہو سکتی تھی۔ صبح کے وقت "من" نازل ہوتا شام کے سلویٰ پرندوں (یعنی بٹیروں) کا رزق۔ اور جب گرمی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان پہ بادلوں کا سایہ کر دیتے۔ حضرت موسیٰ نے ایک پتھر پہ اپنا عصا مارا تو وہاں پہ بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ ہر قبیلے کے لیے ایک الگ چشمہ تھا جہاں سے انکے لیے میٹھا پانی جاری ہوا جہاں سے وہ اور انکے جانور بھی سیر اب ہوتے۔

اس پہ انہوں اس ناشکری قوم نے شکوہ کیا کہ موسیٰ کیا تمھارا رب روزانہ ہمیں ایک ہی کھانا دیتا ہے ہمیں اب سبزی اور ترکاری، ساگ، گندم پیاز چاہیے۔ یعنی بہترین کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز کا مطالبہ کیا۔ اس سے زیادہ کسی قوم کی بد بختی کیا ہو سکتی ہے جو نعمتیں اللہ انہیں اپنی محبت میں آسمان و زمین سے بغیر مشقت کیے فراہم کر رہا ہے وہ اس پہ بھی شکوہ کناں ہیں۔ جبکہ یہ وہ تمام اشیاء تھیں جو کسی بھی عام بستی میں مل جاتیں۔

ان نعمتوں کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ پر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ‌ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا‌ؕ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ ۲۹

اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی مانگا پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اس پتھر پہ اپنا عصا ماریں، پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے تحقیق ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور اس زمین میں فساد مچاتے ہوئے نا پھرو۔ اور جب موسیٰ کی قوم نے اسن سے کہا کہ ہم بس اس ایک ہی کھانے پہ صبر نہیں کر سکتے آپ اپنے مالک سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے اس زمین سے ساگ، ککڑی، پیاز، گیہوں اور مسور پیدا کر دے۔ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم اعلیٰ چیز کو ادنیٰ سے بدلنا چاہتے ہو۔ تم اترو کسی شہر میں بیشک جو تم مانگتے ہو تمھیں ملے گا۔

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ یہ قوم ابھی ابھی دریا پار ہوئی پوری قوم نے فرعون کے دریا برد ہونے کا منظر بھی دیکھا۔ آگے بڑھی تو ایک قبیلہ کے پاس گرزے جو بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ بنی اسرائیل کو ان کا طریقہ پسند آیا تو حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی ایسا ایک معبود بنا دیں، کہ ہم ایک چیز کو سامنے رکھ کے عبادت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ تو سامنے نظر نہیں آتے۔ موسیٰؑ نے فرمایا، تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے جن لوگوں کے طریقہ کار کو تم نے پسند کیا انکے تمام اعمال ضائع و برباد ہو گئے یہ باطل کے پیروکار ہیں، کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو معبود بنا دوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ہے ۳۰

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ کو شرفِ ملاقات بخشا اور اس موقع پی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ پر اپنا کلام نازل کرنے

کا وعدہ فرمایا اور اسکی یہ شرط لگائی کہ آپ تیس راتیں کوہِ طور پہ اعتکاف کریں اور ذکرِ الٰہی کریں، پھر اس تیس راتوں میں اضافہ کر کے چالیس کر دیا۔

اور یہ تیس راتیں حضرت عبداللہ بن کی تفسیر کے مطابق ماہ ذالعقدہ کی راتیں تھیں، اور پھر ان پہ دس راتیں ماہِ ذالحجہ کی بڑھادی گئیں، اس سے معلوم ہوا تورات کا عطیہ حضرت موسیٰؑ کو یوم النحر (یعنی عید الاضحیٰ) کے دن ملا۔۳۱

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۰ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۳۲

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نافرمانی کا تذکرہ کیا ہے کہ کیسے انہوں نے حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں ایک جادوگر کے ساتھ مل کے بچھڑا بنایا اور اسکی پوجا کرنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہِ طور سے واپس آئے کتاب ہدایت یعنی تورات لیکر تو دیکھا انکی قوم بت پرستی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ روایات کے مطابق آپ نے وہ تختیاں جن پہ تورات لکھی تھی انہیں پھینک دیا۔ ۳۳

پھر جب موسیٰؑ نے انہیں ڈانٹا تو انہوں نے عذر تراشے جو سچ نہیں تھے یعنی اب انکی کوشش تھی کہ خود کو بچا لیا جائے۔اس سب کام کا الزام بنی اسرائیل نے سامری پہ ڈال دیا۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے سورۃ طہٰ کی آیات ۸۳-۹۸۳۴ میں بیان کیا ہے کہ کیسے انہوں نے بچھڑا بنایا اور حضرت موسیٰؑ کے ناراض ہونے پہ تاویل گھڑی کہ ہم تو بری الذمہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں مختلف طریقوں سے اور پھر ثابت قدم اور ایمان والے ہی اسکی آزمائشوں میں کامیاب نکلتے ہیں۔ بنی اسرائیل سے پہلے جتنی قومیں تھیں انہیں آزمایا گیا اور جو کامیاب ہوئے وہ باقی رہ گئے اور فلاح پا گئے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکے مبعوث کردہ پیغمبروں کی رسالت و بشریت کا انکار کیا وہ اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے اور تباہ بر باد ہوئے۔

اس نافرمانی اور شرک کی سزا بنی اسرائیل کو اس طرح دی گئی کہ جتنے لوگ اس بچھڑے کے معاملے میں ملوث تھے ان میں سے کسی کی توبہ قبول نہیں کی گئی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۳۵

"جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانون پر ظلم کیا ہے، اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو، اپنے کو آپس میں قتل کرو تمھاری بہتری اسی میں ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کی، وہ توبہ قبول کرنے والا اور وہ رحم و کرم کرنے والا ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ وہ نبی ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے پہلے مبعوث کیے گئے، یعنی نبی کریم ﷺ کی شریعت کے قریب ترین شریعت حضرت عیسی کی تھی۔ عیسیٰ اپنی تخلیق کے اعتبار سے خود ایک معجزہ ہیں جو رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ اور قرآن جا بجا

آپکی والدہ اور آپکی گواہی دیتا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم اپنی والدہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

حضرت مریم کے والد اپنی قوم کے سردار تھے مگر وہ آپکی پیدائش کے وقت وفات پا چکے تھے۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو بہت سے لوگ آپ کی کفالت کرنے کی خواہش رکھتے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یوں کرتے ہیں۔

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ [۳۶]

"اور وہ لوگ جب اپنے قلم (قرعہ) ڈال رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا"

قرآن کریم نے حضرت مریمؑ کی پاکبازی اور عبادت گزاری کی گواہی دی، اور آپ کو خواتین میں برتری عطا کی، آپؑ کی عظمت کی گواہی کیا یہ کم ہے کہ قرآن میں آپ کے نام کی سورۃ ہے اور اپکو آپکے نام مبارک کے ساتھ پکارا گیا ہے۔ بلکہ آپکے بیٹے عیسیٰؑ کو بھی عیسیٰ ابن مریم کہہ کر بلایا جاتا ہے جو حضرت عیسیٰ کی پہچان ہے۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ [۳۷]

"اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم ! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہاں کی عورتوں سے تیرا انتخاب کر لیا۔"

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا [۳۸]

"اور مریم بنتِ عمران، جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں روح پھونک دی"

عیسیٰ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے کہ وہ جیسے چاہے جب چاہے کچھ بھی کرنے پہ قادر ہے اسکے لیے اسباب ہونا لازمی نہیں۔ کیونکہ وہ خالقِ کائنات ہے جب کہ دنیا اور انسان اسباب کے ماتحت ہے۔ خالق کے لیے ایسی کوئی پابندی نہیں۔ کہ اس کائنات کا پتہ پتہ زرہ زرہ اسکے ماتحت ہے۔

عیسیٰ کی پیدائش پہ بھی سوال اٹھائے گئے اور حضرت مریم پہ بھی بہتان تراشے گئے۔

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا [۳۹]

"ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان کے باعث (اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہ کر دیا)۔"

جب معاملہ حضرت مریم کے بس سے باہر نکل گیا اور آپ لاجواب ہو گئیں تو آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اسی سے حقیقت پوچھ لو۔ اس پر لوگوں نے کہا "بھلا ہم گود کے بچے سے کیسے باتیں کریں؟" لوگ اس بات پہ حیران تھے کہ بچہ بغیر باپ کے کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ وہ مریم کی بات کو مزاق سمجھ رہے تھے کہ اچانک بچہ خود ہی بول اٹھا۔ اس نے کہا "میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے" یعنی میں صرف اللہ کا بندہ ہوں اسکا بیٹا نہیں۔ اس سے عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی تردید بھی ہوتی ہے کہ مریم اور عیسیٰ بھی خدا ہیں۔ پھر جب عیسیٰؑ نے اپنی والدہ پہ لگائے جانے والے الزام کی تردید فرمائی اور یہ ناممکن ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے برِ نبوت عطا کیا ہو اسکی پیدائش غلط یا مشکوک طریقے سے کی ہو۔

حضرت عیسیٰ سے پہلے اہلِ یہود کا دور تھا اور وہی کثرت میں تھے۔ آپکو نبوت دی گئی تو اس وقت تین گروہِ یہود سامنے آئے۔ اس کی تصدیق حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عیسیٰ کے حوالے سے تین یہودی گروہ بن گئے۔ ایک وہ جنہوں نے آپکی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی والدہ کے متعلق

غلط قسم کی باتیں کیں۔ دوسرے وہ جو آپ پر ایمان لے آئے مگر انہوں نے غلو سے کام لیا اور آپ کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا اور تیسرے وہ جو آپ پر صحیح ایمان لائے اور وہ آپکو اللہ کا بندہ اور رسول ہی سمجھتے ہیں، یہی گروہ کامیابی کے راستے پر ہے۔ ۴۰

عیسائیوں کے عقیدے کی نفی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان لفاظ میں کرتے ہیں:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۗ وَمَا يَنۢبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۴۱

" اور وہ کہتے ہیں رحمٰن (اللہ) نے بیٹا بنا لیا ہے۔ البتہ تحقیق تم سخت (ناگوار) بات لائے ہو۔ ایسی بات جس سے آسمان بکھر جائے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ٹکڑے ہو کر گر جائیں۔ اس لیے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹا تجویز کیا ہے اور نہیں ہے رحمٰن کی شان کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔"

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام اور سورہ اخلاص میں بیان فرمایا ہے۔ وہ ذات پاک واحد ہے اسکا نا کوئی خاندان ہے نا اولاد۔ نہ ہی اسکا کوئی ہمسر ہے۔ مشرکین چاہے عیسائی ہوں یا یہودی انہوں نے اپنے نبیوں کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، یہود نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ ۴۲ کبھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔ ۴۳

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے عیسائیوں کے ان عقائد کی مکمل تردید کی اور اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی تلقین کی اور اس واحد و یکتا پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ... مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۴۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ واضح الفاظ میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کو عیسیٰ ابنِ مریم کہتے ہیں حالانکہ عیسیٰ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اسکی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور وہ تمام لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ تین میں سے ایک ہے یعنی یہ عقیدہ تثلیث انکا من گھڑت ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مریم کی بیٹے اللہ کے مبعوث کردہ نبی ہیں۔ جیسے ان سے پہلے انبیاء مختلف قوموں میں مبعوث کیے گئے۔ اور وہ اللہ کے بندے ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں۔ اس سب کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب سے ڈرایا کہ انہیں ہر طرح کی دلیل دی ہے مگر یہ پھر بھی یہ اللہ کو چھوڑ کر کن لوگوں کی بندگی کرتے ہیں جو انکے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں۔

پہلی تمام قوموں کی طرح حضرت عیسیٰ کی قوم نے آپ سے مطالبے کیے اور آپکی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو ۳۰ روزے رکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس حکم پی عمل کیا اور روزے رکھ لیے۔ جب روزے مکمل ہو گئے تو انہوں عیسیٰ سے مطالبہ کیا کہ ان پر آسمان سے ایک دستر خوان نازل ہو تا کہ انہیں یقین آ جائے کہ ان کی عبادت قبول ہو گئی ہے اور پھر وہ اس دن کو خوشی کا دن بھی مقرر کر لیں اور یہ کہ کھانا اتنا وافر ہو کہ امیر و غریب سب کے لیے کافی ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ کو ڈر تھا کہ یہ اس نعمت کی ناشکری کریں گے لیکن ان کے بے حد اصرار پہ آپکو اللہ تعالیٰ کے

حضور انکی خواہش کے پورا ہونے کے لیے دعا کرنا پڑی۔ جیسے جیسے حضرت عیسیٰ دعا کرتے رہے ویسے ویسے اس دستر کوان کا نزول ہوتا رہا۔ لیکن اسکا انجام بھی نافرمانی اور ناشکری کی صورت میں ہی ہوا۔

جب یہودی آپ کی جان کے در پہ ہوگئے اور آپکو سولی دینے کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پہ اٹھا لیا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ باطل عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ کو سولی دے گئی تھی اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کی ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔[۴۵]

"اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالی بہترین خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ جن اللہ تعالی نے فرمایا ای عیسیٰ! میں آپکی دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے آپکو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپکو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں، اور آپکے ماننے والے فرمانبر دادروں کو کافروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں، پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے میں ہی تمھارے آپس کے اختلافات کا فیصلہ فرماؤں گا۔"

اسی مضمون کو سورۃ النساء ۴۶ (۱۵۵-۱۵۹) میں بھی بیان کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ کی قوم نے کیا کیا گناہ کیے جس میں اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے نبیوں کو قتل کرنا، حضرت مریم پہ بہتان باندھنا اور پھر حضرت عیسیٰ کو سولہ چڑھانا، جبکہ اللہ تعالی نے انہیں بچالیا، بیشک وہی بچانے پہ قادر ہے۔

حضرت عیسیٰ کو جب آسمان پہ اٹھالیا گیا تو عیسائی تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ پہلے فرقے کے مطابق خود اللہ ہی کچھ دیر ہمارے اندر موجود رہا پھر آسمان پہ چلا گیا۔ اور عیسیٰؑ خدا ہیں اور اس فرقے کو "یعقوبیہ" کہا جاتا ہے۔ دوسرے فرقے کے مطابق اللہ کا بیٹا ہمارے اندر موجود رہا پھر جب اللہ کی مرضی ہوئی تو وہ اسے اپنے پاس لے گیا۔ یہ فرقہ عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتا ہے اور اسے "نسطوریہ" کہا جاتا ہے۔ تیسرے فرقے کے مطابق اللہ کا بندہ اور اسکا رسول کچھ دیر ہم میں موجود رہا پھر جب اللہ نے چاہا اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ لوگ "موحد" کہلائے۔ ۴۷

حضرت عیسیٰ کے تقریبا تین سو سال بعد عیسائیوں کے ان تینوں فرقوں میں شدید اختلاف رونما ہوا۔ تب لوگ اس وقت کے بادشاہ قسطنطین کے پاس گئے۔ بادشاہ نے سب کی بات سنی اور اس فرقے کی بات زیادہ صحیح معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے اور عقیدہ تثلیث درست ہے۔ اس فرقے کو اب رومن کیتھولک کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے ان لوگوں پہ سختی کی جو حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ شہروں سے نکل کے جنگلوں میں مقیم ہو گئے اور آہستہ آہستہ معدوم ہوگئے۔ اس بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش پہ ایک شہر تعمیر کروایا جسے "بیت اللحم" کہتے ہیں۔ اسی طرح جس شخص کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر سولی دی گئی تھی اس کی قبر پر اس باشاہ کی ماں "ہیلانہ" نے ایک کنیسہ تعمیر کروایا۔ اسکے بعد عیسائی بت پرستی کی طرف مائل ہوئے جو پہلے نہیں کرتے تھے اب انہوں نے اپنے گرجا گھروں میں تصویریں اور مجسمہ بنانے شروع کر دیے۔ ۴۸

قربِ قیامت اللہ تعالی حضرت عیسیٰ کو واپس زمین میں اتاریں گے جسکی پیشن گوئی نبی کریم ﷺ کی اس حدیثِ

مبارکہ سے ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتّٰى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اس ذات کے قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریمؑ تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کا اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت کا ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بڑھ کر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو" اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے "۔۴۹

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہر قسم کے عیب سے پاک، ہر قسم کی تنقید سے ماورا اور ہر قسم کی خطا سے معصوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی ناموس اتنی عزیز ہے کہ معمولی قسم کی بے ادبی کو بھی برداشت نہیں کرتے اور اس پر اعمال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا۔۵۰ ایسے الفاظ سے منع فرمایا جن سے توہینِ رسالت کی بو آ رہی ہو، جس طرح یہودِ مدینہ لفظ "راعِنا" کا استعمال کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۵۱

"اے اہلِ ایمان! (گفتگو کے وقت پیغمبرِ اسلام خدا سے) راعنا نا کہا کرو، اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے"

علامہ شہاب الدین سید محمد آلوسیؒ نے روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا۔ حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے:

"بے شک یہودی چھپ کر رسول ﷺ کے لیے یہ لفظ بولا کرتے تھے اور ان کی زبان میں یہ قبیح گالی تھی اور جب صحابہ کرامؓ نے یہ لفظ سن کر اعلانیہ استعمال شروع کر دیا تو یہودی آپس میں ہنستے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔" ۵۲

آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں دشمنانِ اسلام کا پہلا ہدف آپکی ذات مبارکہ تھی جسے مختلف طریقوں سے تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا گیا۔ دورِ اول کی توہین جسمانی اور نفسیاتی تھی جسکا مقصد آپ ﷺ کے حوصلے پست کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کو جھٹلانا، دعوتِ رسالت ﷺ پہ الزام تراشیاں، اسلام کو عیسائیت کا چربہ قرار دینا، جس میں اشعار گوئی جو کہ عرب کا پسندیدہ مشغلہ تھا، اسکی اس دور میں وہ اہمیت تھی جو آج کے دور میں الیکٹرانک میڈیا کو حاصل ہے۔ ابولہب کا آپ ﷺ کو اذیت دینا، ابوجہل کی دشمنی، نضر بن حارث کی سازشیں، عبداللہ بن ابی کی منافقت، ابن اخطل کی یاوہ گوئی، ابو رافع

یہودی، کعب بن اشرف کی فتنہ انگیزیاں اور دیگر کئی گستاخانِ رسُل ﷺ، ان تمام کے درپردہ انکے لازماً کچھ فکری اہداف تھے۔ یہ سب اور اسکے علاوہ اپنے پوشیدہ اور ظاہری مفادات کا تحفظ مقصود تھا تو اسکے بعد کے ادوار میں بھی درپردہ فکری اہداف تھے، جن میں، وجود اور وحدانیتِ الہیٰ، رسالت اور وحی کے انکار کے ساتھ پیغمبرانہ مشن کی مخالفت اہم اہداف تھے۔

دنیا کی تاریخ میں کوئی بھی تحریک بلا مقصد نہیں چلائی گئی، نا ہی کوئی قوم اپنے تخلیقی اذہان کو بے مقصد کام میں الجھاتی ہے، دورِ نبوت میں شروع کی جانے والی توہینِ رسالت ﷺ کی مہم آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ اختتام پذیر نہیں ہوئی، بلکہ زمان و مکاں کے بدلنے سے اس میں مزید تیزی دیکھنے میں آئی۔آپ ﷺ کے دشمن یہ جانتے ہیں کہ اسلام کے غلبے اور اسکی شان و شوکت اصل میں رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان اور محبت پر مبنی ہے۔اسلام کو ختم کرنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر سے اس یقینِ محکم کو ختم کر دیا جائے۔

اموی اور خلیفہ مامون کے دور میں توہینِ رسالت ﷺ کی کاروائیاں عقلی نوعیت کی تھی اس دور میں جب اسلام کا سورج دنیا کے طول و عرض کو روشن کر رہا تھا اور جہالت کے اندھیرے ختم ہو رہے تھے۔ دشمنانِ اسلام اپنی شکست کی وجہ سے حیران اور غضب ناک تھے، اسلام کو عیسائیت کا چربہ قرار دینے والوں کے لئے مشکل ہی یہ تھی کہ اب عیسائیوں کو مسلمان بننے سے کیسے روکا جائے۔ شام کا یوحنا دمشقی (سینٹ جان آف دمشق) آٹھویں صدی عیسوی میں نبی کریم ﷺ کے خلاف اپنی کتاب میں زہر اگلتا ہوا پایا جاتا ہے۔اسی کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے خلیفہ مامون کے ایک درباری المسیح الکندی (ابنِ اسحاق) ایک فرضی مکالمے میں آپ ﷺ کی ہرزہ سرائی کرتا ہے۔اس دور میں آپ ﷺ کی ذات گرامی کو بحثیت نبی تشکیک کا نشانہ بنانا مقصود تھا۔

" محمد کس طرح سچے نبی ہو سکتے ہیں 'جب کہ آپ نے خون ریزی کی 'اپنی نبوت کی تائید میں کوئی معجزات پیش نہ کیے۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو وہ سارا کا سارا سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے 'کتابِ الہی کس طرح ہو سکتا ہے۔" ۵۳

تھیوفین theophane اسی دور کا مورخ تھا جو پہلا بازنطینی گستاخ تھا۔۵۴ ان کتابوں نے توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں ایک نئے رویے کی تشکیل کی، اب فکری اہداف کے حصول کے لیے کتابوں کا سہارا لیا جائے۔ تاریخِ عالم میں ایسی مثال اور نہیں ملتی کہ ایک ہستی دنیا میں ظاہری طور پہ موجود بھی نہیں ہے پھر بھی روز بروز اسکے دشمن بڑھتے جا رہے ہیں اور انکا بغضِ باطن کم ہونے کی بجائے بڑھ رہا ہے۔

آنے والی کم از کم ہزار سالہ تاریخ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے خلاف زہر اگلنے کے لیے یوحنا دمشقی اور کندی کی خرافات نے بنیاد کا کام کیا۔

نارمن ڈینیل (Norman Denial) اپنی کتاب اسلام اور مغرب میں لکھتا ہے:

" ہم انتہائی غیر جانب دار اسکالر کی تحریر بھی پڑھیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم عیسائیت نے (اسلام اور محمد) کے بارے میں کیا اندازِ فکر و گفتگو اختیار کیا تھا۔ وہ انداز ہمیشہ ہر مغربی ذہن کا لازمی جزو رہا ہے اور آج بھی ہے، جو اس موضوع پہ سوچتا اور بات کرتا ہے"۔ ۵۵

بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی صلیبی جنگوں کا زمانہ تھا، اس زمانے میں اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے

اسلوب کو تبدیل کیا گیا اور سراسر قصہ گوئی کا سہارا لیا گیا۔ دانتے نے اس زمانے کے فکری اہداف کی تکمیل کے لیے نظم (ڈیوائن کامیڈی) کا سہارا لیا۔ ریمن لل Raymon Llull، مارٹن لوتھر کنگ، بشپ ایولوگیس saint eulogies of Cordoba ،برطانوی شاعر جان لڈ گیٹ، john ludgate، فرانسس بیکن، اس دور کے چند گستاخان ہیں۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں سیاسی، سماجی اور نفسیاتی اہداف بدلے تو ان اہداف کو حاصل کرنے کا طریقہ کار بھی بدلا گیا، پہلے اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قصہ گوئی اور یاوہ گوئی تھی تو اب اسلوب میں کچھ بہتری ظاہراً نظر آئی مگر توہین رسالت ﷺ کا سلسلہ ختم نہیں ہوا، ایلائس سپرنگا، ولیم میور، صموئیل مارگولیتھ اور منٹگمری واٹ، کینتھ کریگ، اپنے اجداد کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے کتب، لیکچر، سیمینارز کے ذریعے اہانت رسول ﷺ کے مرتکب ہوئے۔

برنارڈ لوئس (۱۹۱۶-۲۰۱۸) (Bernard Lewis) جو برطانوی نژاد امریکی مستشرق اور مشہور دانشور اور نامور سیاسی مبصر ۵۶، لکھتا ہے

"The Struggle between these rival systems has now lasted for some fourteen centuries. It began with the advent of Islam, in the seventh century, and has continued virtually to the present day57 ."

آج چودہ سو سال بعد بھی دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی روش پہ قائم ہیں۔ صدیوں کی مسافت میں انکا ہدف تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت ہی رہی، مگر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس دشمنی کو نبھانے کے فکری اہداف اور اسالیب تبدیل ہوتے رہے۔ بدلتے زمانوں نے انکے جوش وجذبے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ گزشتہ ادوار میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتکب جہاں غیر مسلم ہوتے تھے، دورِ حاضر میں انکے مہرے کچھ نام نہاد مسلمان ہیں جنکے الزامات تو اپنے پیش روؤں والے ہی ہیں۔ سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، مریم نمازی، ابنِ وراق (قلمی نام رکھنے والا ہندی، پاکستانی شخص ہے، جسکا اصل نام نا معلوم ہے) ۵۸، ان کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ کیچڑ اچھالنا، جس سے یہ ثابت کیا جائے کہ عصرِ حاضر کا فکری زاویہ بھی خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں وہی خدشات اور اعتراضات رکھتے ہیں جو کہ دورِ اول کے بہتان تراش رکھتا تھے۔ مغربی ممالک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاکے بنانے کے مقابلے، آزادیِ اظہار کے نام پر اخبارات ورسائل میں آپ ﷺ کے خاکے شائع کرنا، یہ سب ایک منظم مہم کے تحت ہو رہا ہے، اور انکا اصل ہدف یہ ہے کہ کرہِ ارض پر بسنے والے ہر مسلمان کے دل سے روح محمد ﷺ کو نکال دیا جائے یا کم از کم مشکوک کر دیا جائے۔

نتائج:

- ✓ توہینِ رسالت کا پہلا مرتکب ابلیس ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس توہین کا آغاز کیا اور دورِ حاضر تک اسکے چیلے اسکے نقشِ قدم پہ چل رہے ہیں۔
- ✓ اہلِ کفر ہمیشہ مالی تفاخر کا شکار رہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی آپکے دشمن اپنی خاندانی اور مالی برتری کی وجہ سے نبوت کا حق دار خود کو سمجھتے تھے۔
- ✓ خیر وشر کے معرکے میں انبیاء جو خیر کے داعی رہے انہیں شر پسندوں کی طرف سے تکذیب وتوہین کا نشانہ بنایا جاتا

رہا۔

- ✓ ہر دور کے مخالفین کے نفسیاتی، سماجی حربے ایک جیسے تھے۔ اپنے جاہلانہ عقائد کو بچانے کے لیے انبیاء کرام کا جھٹلان کیا گیا۔
- ✓ اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام انبیاء کے قصے قرآن میں امتِ مسلمہ کے لیے بیان فرمائے تاکہ ہم باطل کا بے خوف و خطر مقابلہ کریں۔ اور کامیابی پانے والوں کی بشارتیں ہمیں ہمت دیں کہ اللہ کسی کی زرا برابر نیکی کو بھی ضائع نہیں کرتے۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچایا، یہ انکے حق سچ پہ ہونے کی دلیل ہے ایسے ہی آج بھی اسکے دین کی آبیاری کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی بشارتیں دی گئی ہیں۔
- ✓ حضرت مریم علیہ السلام کے قصے نے اس بات پہ مہر ثبت کر دی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نوازنے پہ آئیں تو انہیں اسباب کی ضرورت نہیں وہ اپنے نیکوکاروں کو غیب کے خزانوں سے عطا کرتے ہیں اس کا وعدہ سچا ہے بس ایک ہی شرط ہے کہ اللہ کے احکامات کو من و عن تسلیم کیا جائے۔ مشکلات سے نا اسکے پیغمبر گھبرائے اور نا انہوں نے سچ کا راستہ چھوڑا نا ہی وہ مایوس ہوئے۔
- ✓ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپکی آمد کی خوشخبری آپکے آنے سے پہلے ہی اس وقت کے موجود مذاہب کے ماننے والوں کو انکے نبیوں نے پہنچا دی۔ مگر ان لوگوں نے اپنے آباؤاجداد کے خود ساختہ دین کو بچانے کے لیے آپ ﷺ کی تنقیص کی۔ آپ ﷺ کو سبّ و شتم کا نشانہ بنایا۔
- ✓ دورِ حاضر میں مغرب کا طریقہ کار چاہے بدل گیا ہے مگر سوچ عبداللہ بن ابی کی ہے۔ الزامات وہی ہیں جو نضر بن حارث کے تھے۔ آج سلمان رشدی اور ابنِ وراق کی سوچ میں زرہ برابر فرق نہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایجنڈے کو پورا کرنے کی راہ پہ گامزن ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے پہلے دشمن اپنے روپ میں کھلے عام حملہ کرتا تھا تو آج وہ بہروپیہ بن کے چال چلتا ہے۔
- ✓ الغرض حضرت ابراہیم کی توہین کرنے والے ہوں یا نبی کریم ﷺ کے۔ ہمیشہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سرخرو کیا اور انکے ماننے والے ہی فلاح پا گئے۔
- ✓ مغربی اقوام کو آپ ﷺ کی ہستی سے دشمنی کا سبب نا معلوم نہیں ہے۔ بلکہ ان کا بار بار آپ ﷺ پہ توہین آمیز حملے کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو پا رہے۔
- ✓ ضرورت اس مرکی ہے کہ دشمنانِ اسلام کی چالوں پہ صرفِ نظر نا کیا جائے۔ بلکہ انکے بالمقابل اپنے نبی ﷺ کی سنت پہ عمل کرتے ہوئے پوری تیاری آقا ﷺ کی ناموس کا دفاع کیا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1]۔ص38:86
[2]۔ الاسراء17:62
[3]۔آلِ عمران 3:33
[4]۔ لقمان31:20
[5]۔العسقلانی، احمد بن علی حجر ابو الفضل الحافظ، فتح الباری، ج:۳، ص:۳۸۶-۳۸۷
[6]۔ نوح81:23
[7]۔ ابنِ کثیر، عماد الدین، **قصص الانبیاء**(عثمانی کتب خانہ) ص:91
[8]۔ الشعراء26:111,115
[9]۔ العنکبوت 29:14
[10]۔پانی پتی، قاضی محمد ثناءاللہ، **تفسیر المظہری**، مترجم، پیر محمد کرم اللہ شاہ الازہری (لاہور: ضیاءالقرآن پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء) ج:۱۰، ص:۷۲-۷۳
[11]۔ الصّافّات 37:75
[12]۔ الشعراء 26:117,118
[13]۔ا لصافات 37:76
[14]۔القمر53:10-13
[15]۔ الاعراف7:73,74
[16]۔الشعراء 26:149-152
[17]۔ الشعراء 26:154
[18]۔ ابنِ کثیر، قصص الانبیاء، ص:135
[19]۔القمر 53:28-29
[20]۔النمل 27:48
[21]۔ ھود 11:65
[22]۔ النمل 27:49

23۔ابنِ کثیر، قصص الانبیاء، ص:139

24۔ ھود 68:11

25۔القصص 4-6:28

26۔الشعراء 52-68:26

27۔المائدہ 20-26:5

28۔طٰہٰ 80-82:20

29۔البقرہ 60-61:2

30۔ رفیع عثمانی، مفتی، معارف القرآن، ج:4، ص:64-65

31۔تفسیر القرطبیؒ ج:7، ص:274-277

32۔الاعراف 148-154:7

33۔ابنِ کثیر، قصص النبیین 362 ,

34۔ طٰہٰ 83-98:20

35۔البقرہ 56:8

36۔ آلِ عمران 44:2

37۔آلِ عمران 42:2

38۔التحریم 12:66

39۔ النساء 156:4

40۔ بخاری کتاب احادیث الانبیاء: باب قولہ تعالیٰ یا اھل الکتاب لا تغلو فی دینکم

41۔مریم 88-92:19

42۔التوبہ 30:9

43۔ الزخرف 18-19:43

44۔ المائدہ 72-75:5

45۔ آلِ عمران 54-55:5

46۔ النساء 155-159:4

[47] ۔قصص النبیین، ص:475

[48] ۔ایضاً، ص:490

[49] ۔بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابنِ مریم علیہا السلام

[50] ۔الحجرات 2:49

[51] ۔البقرۃ 104:2

[52] ۔ الالوسی، عبداللہ الحسینی، شہاب الدین، محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، مکتبہ الحقانیہ ملتان، 348:1

[53] Gaudeul, jean-Marie: Encounters and Clashes: Islam and Christianity in history, Pontificio Istituto di Studi Arabi e Islamici, 1990 vol:2, P:220

[54] ۔وحید الدین، مولانا، شاتمِ رسول ﷺ کا مسئلہ، گڈ بکس، نئی دہلی انڈیا 2007، ص:11

[55] Daniel, Norman, Islam and west: the making of an image, Edinburgh university press, 1960, P:301

[56] Kramer, Martin, “Bernard Lewis”. Encyclopaedia of Historians and Historical Writing. London: Fitzroy Dearborn, 1999 P.719-720. Retrieved 15 Jan, 2018.

[57] Lewis, Bernard, the Roots of Muslim Rage, the Atlantic. Sep 1990. P-49

[58] Research fellow of CFI (centre fir inquiry, Founder of ISIS (Institute for the Secularization of Islamic Society, and Vice-president World Encounter Institute.)